OPEN ACCESS
Al-Duhaa
﴾Journal of Islamic Studies﴿
ISSN (print): 2710-0812
ISSN (online): 2710-3617
www.alduhaa.com

Al-duhaa, Vol.:2, Issue: 2,July-Dec 2021
DOI:10.51665/al-duhaa.002.02.0108, PP: 137-156

سیاسی وریاستی امن واستحکام صحاح ستہ کی روایات کے تناظر میں

Political and state peace and ability in the context of "Ṣiḥāḥ Ṣittat" tradition

Published: 25-09-2021
Accepted: 26-08-2021
Received: 25-07-2021

Syed Ihsan ullah shah
Ph.D Scholar, Department of Islamic and Religious studies, The University of Haripur
Email: abuhamzahamdani@gmail.com

Dr.Atta ullah
Assistant Professor, Department of Islamic and Religious Studies,The University of Haripur
Email: attaullahumarzai@gmail.com

Dr.Muhammad Ikramullah
Associate Professor, Department of Islamic and Religious Studies,The University of Haripur
Email: drmikramullah@gmail.com

Abstract

The survival of any country and state is conditional on the prosperity of its subjects, peace and tranquility, and the elimination of internal and external anarchy. If a country's internal system suffers from disnity, if there is no balance of relations the between people and the authorities, it will not take long for this state of decline. That is why Islamic law has given such clear rules to the rulers and subjects that by following them any country can achieve prosperity. These principles and guidelines of Islamic law have been taken from the hadiths of the prophet ﷺ.

The principles and teachings given by the Prophet (ﷺ) in this regard are of three kinds.

Teachings that are shared between the authorities and the subjects, such as piety and piety, enjoining good and forbidding evil, self-accountability and subordination، And these are the foundations for the betterment of individual and collective life-Teachings that relate only to the authorities include a sense of responsibility, self-accountability and transparent accountability of subordinates, leniency towards subjects, enforcement of God's commandments, protection of national treasury, protection on internal and external fronts of the

CC BY

state, competence. It is important to give positions on the basis, protect the fundamental rights of the people and establish justice. Practicing them increases the respect of the authorities in the eyes of the subjects, makes the subjects happy and keeps them away from chaos and disorder and she volunteered voluntarily to assist the authorities in every possible way. Teaching is for the subjects and that is that all the members of the subjects should cooperate with the authorities in good deeds, avoid all kinds of rebellion and rebellion and the subjects should be related to brotherhood, love and selflessness. It sits in the hearts and because of this it is safe from all kinds of atrocities, it cannot be a tool of external forces and riotous elements which creates a peaceful environment and a stable society.

Keyword: *Rulers, Citizens, Piety, Self-accountability, Rebellion, Obedience.*

تمہید

کسی بھی ملک وریاست کی بقااس ریاست کی رعایا کی خوشحالی، امن وسکون اور داخلی وخارجی انتشار کے خاتمے کے ساتھ مشروط ہوتی ہے اگر کسی ملک کا داخلی نظام انتشار وافتراق کا شکار ہو، رعایا اور حکام کے درمیان تعلقات میں توازن نہ ہو، حکام ومحکومین کے لیے کوئی نصب العین موجود نہ ہو تو اس ریاست کو زوال پذیر ہونے میں زیادہ وقت درکار نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے راعی ورعایا کے لیے ایسے واضح احکام دیے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر کسی بھی ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن اور ملک کو مستحکم کیا سکتا ہے۔ مقالہ ہذا میں اسی مقصد کے تحت صحاح ستہ کی روایات سے امارت وسیاست سے متعلق مواد کا تجزیہ کیا گیا ہے اور ان سے حکام اور رعایا کے لیے وہ اصول اخذ کیے گئے ہیں جن کی روشنی میں کوئی بھی ملک فلاحی ریاست کہلانے کی مستحق قرار پاتی ہے اور ریاست داخلی وخارجی طور پر انتشار سے محفوظ ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بحیثیت سربراہ اسلامی ریاست اپنے مبارک سنتوں اور اقوال میں جو اصول بیان فرمائے ہیں وہ حکام اور رعایا دونوں کو ایک دوسرے سے جوڑے رکھتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنی ریاست مدینہ کو جن اصولوں پر چلایا اور اپنے مبارک ارشادات میں اس کی تعلیم دی وہ تین طرح کے ہیں

۱۔ وہ تعلیمات جو حکام اور شہریوں سب کے لیے مشترک ہیں۔

۲۔ وہ تعلیمات جو صرف حکام سے متعلق ہیں۔

۳۔ وہ تعلیمات جو صرف رعایا سے متعلق ہیں۔

۱۔ حکام اور رعایا کے لیے مشترکہ تعلیمات

(الف) تقویٰ وپرہیزگاری

شارع نے جس چیز سے منع کیا ہے اس سے خود کو روکنا چاہے وہ حرام ہو یا ناپسندیدہ اس کو تقویٰ کہتے ہیں۔[1] اس میں وہ تمام افعال شامل ہیں جن کے بجالانے کا حکم ہے اور اس کا چھوڑنا ممنوع ہے، اسی طرح وہ تمام کام بھی شامل ہیں جن کو چھوڑنا ضروری ہے اور ان کو کرنا حرام ہے چنانچہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: تمام واجبات کی ادائیگی اور تمام منکرات سے رکنا تقویٰ

ہے اور یہ دین کی اساس ہے اسی کے ذریعے انسان یقین کے مراتب طے کرتا ہے۔[2] تقویٰ کی انسانی زندگی میں اتنی بڑی اہمیت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اتَّقِ اللهِ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ"

جہاں کہیں بھی ہو خدا سے ڈرو، برائی ہو جانے کے بعد نیکی کرو تو وہ نیکی اس برائی کو مٹا دے گی، اور اچھے کردار والے لوگ پیدا کرو۔[3]

اور یہ تمام مسلمانوں کے لیے حکم ہے جبکہ حکام کے لیے تقویٰ اختیار کرنے اور تقویٰ کا حکم دینے میں دوہرا اجر ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" إِنَّمَا الإِمَامُ جُنَّةٌ، يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ، وَيُتَّقَى بِهِ، فَإِنْ أَمَرَ بِتَقْوَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَعَدَلَ، كَانَ لَهُ بِذَلِكَ أَجْرٌ، وَإِنْ يَأْمُرْ بِغَيْرِهِ كَانَ عَلَيْهِ مِنْهُ"

بیشک امام ڈھال ہے، اس کے پیچھے سے لڑا جاتا ہے اور اسی کے ذریعے امان دی جاتی ہے، پس اگر وہ اللہ عزوجل کے تقویٰ کا حکم دے اور عدل کرے تو اس کے ساتھ اس کے لیے اجر ہے اور اگر وہ اس کے علاوہ کا حکم دے تو اس کا وبال اسی پر ہے۔[4]

دنیا کے نظام کا حسن اسی تقویٰ پر قائم ہے انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی زندگی تقویٰ و پرہیزگاری ایسا وصف ہے کہ اس کے بغیر حیات انسانی کو بہتر نہیں کیا جاسکتا چنانچہ ابن بطال فرماتے ہیں: جس میں تقویٰ نہیں اس کے لیے اوامر و نواہی کی حیثیت ایسے ہی ہے جیسے کسی نابینے کو کسی کام کے دیکھنے کا حکم دینا محال ہے۔[5]

(ب) امر بالمعروف و نہی عن المنکر

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر معاشرے کو برائیوں سے پاک کرکے صالح زندگی فراہم کرتا ہے اور امن وسکون جیسی نعمت میسر آتی ہے کیونکہ معروف ایسا جامع نام ہے جو خدا کی اطاعت، اس کے تقرب اور لوگوں کے ساتھ احسان کرنے کو شامل ہے اور اس میں وہ سب کام بھی شامل ہیں جو شریعت نے مستحب قرار دیے ہیں ان کو بجالانا اور وہ تمام قبیح افعال جن کو شریعت نے ناپسند قرار دیا ہے ان سے بچنا جبکہ منکر اس کی ضد ہے اس میں وہ تمام کام شامل ہیں جن کو شریعت نے حرام، مکروہ یا قبیح قرار دیا ہے چاہے وہ زندگی کے کسی بھی شعبے سے متعلق ہو وہ منکر ہی کہلائے گی۔[6] معروفات کی ترویج اور منکرات کی روک تھام انسانی زندگی کے لیے سکون وعافیت اور فلاح کا باعث ہے اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے منکرات کی روک تھام کا حکم دیا چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ رَأَى مُنْكَرًا فَاسْتَطَاعَ أَنْ يُغَيِّرَهُ بِيَدِهِ فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ بِلِسَانِهِ، فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ"[7]

جو کوئی برائی دیکھے، اس کو اپنے ہاتھ سے تبدیل کرنے کی طاقت ہو تو اپنے ہاتھ سے بدلے، پس اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

اس حدیث کے تناظر میں علمائے امت نے منکرات کو حتی المقدور ختم کرنے اور ان کی روک تھام کے لیے اقدام کرنے کو ضروری قرار دیا ہے چنانچہ عزالدین کھلانی فرماتے ہیں: جو شخص ظلم کو ختم کرنے، اس میں رکاوٹ ڈالنے اور ہر صاحب حق کو

اس کا حق دلانے کی قدرت رکھتا ہو اور وہ اس منکر کو زائل نہ کرے تو وہ اللہ اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔[8]

معروفات کا ارتکاب اور اس کی ترویج ایمان کا لازمی حصہ ہیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَاليَوْمِ الآخِرِ فَلاَ يُؤْذِ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَاليَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَاليَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ۔[9]

جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اپنے پڑوسی کو اذیت نہ دے، جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے، جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ بھلائی کی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔

اس حدیث میں ہمسائے سے حسن سلوک اور مہمان نوازی کا حکم دیا گیا ہے اور یہ دونوں معروفات ہیں گویا معروفات کی ترویج اور منکرات سے رکنے کی تلقین کی گئی ہے چنانچہ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں: یہ حدیث امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے متعلق ہے اور یہاں خیر کی بات کہنے اور برائی کی بات کہنے سے خاموشی کا حکم ہے۔[10]

(ج) ایک دوسرے سے خیر خواہی

"عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ"

جریر بن عبداللہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز قائم کرنے، زکوۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے لیے خیر خواہی کرنے پر بیعت کی ہے۔[11]

عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «الدِّينُ النَّصِيحَةُ» قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ

تمیم داریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دین خالص خیر خواہی ہے، تو ہم نے عرض کیا کس کے لیے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ، اس کی کتاب، اس کے رسول، مسلمانوں کے حکام اور عام مسلمانوں کے لیے۔[12]

طرطوشی فرماتے ہیں: والنصيحة للأئمة: معاونتهم على ما تكلفوا القيام به في تنبيههم عند الغفلة...الخ آئمہ کے لیے خیر خواہی یہ ہے کہ جس چیز کا ان کو مکلّف بنایا گیا ہے اس کے قائم کرنے میں ان کی معاونت کرنا، ان کی غفلت کے وقت ان کو تنبیہ کرنا، غلطی پر ان کی رہنمائی کرنا، جس چیز سے وہ ناواقف ہیں اس کی انہیں تعلیم دینا، جو رعایا کے ساتھ ان کا برائی کا ارادہ ہو اس پر ان کو ڈرانا، ان کے عمال کے اخلاق اور ان کی رعایا کے بارے میں کردار کو ظاہر کرنا ہے۔[13] ایک دوسرے سے خیر خواہی ایک دوسرے کے حقوق کو پورا کرنے میں ہوتی ہے اسی لیے علمائے امت نے حقوق کی ادائیگی کو جانبین پر واجب قرار دیا ہے چنانچہ صالح فوزان کہتے ہیں: امام پر واجب ہے کہ مامومین کے حق کی رعایت رکھے اور ان پر سختی نہ کرے، ان کے شعور کا احترام کرے اور ماموین پر بھی واجب ہے کہ امام کے حق کی رعایت رکھے، اس کا احترام کرے، دونوں طبقات کے لیے مناسب ہے کہ ایک دوسرے سے ایسے پیش آئے جس سے ان کا دین، مروت اور انسانیت زائل نہ ہو۔[14]

۲۔حکام کے متعلق تعلیمات:

(الف) اپنی ذمہ داریوں کا احساس

ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے بامقصد پیدا کیا ہے اور انسان کا اس دنیا میں آنا بلا مقصد و بلا غرض نہیں اسی لیے ہر انسان کا اپنے مقصد حیات کا پہچاننا اور اسی کے مطابق زندگی گزارنا اصل حیات ، باعث عزت و تکریم اور سکون و عافیت کا باعث ہے اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ہر انسان کو ذمہ دار ، نگران اور حاکم قرار دیا ہے اور اس کو اس کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:

> كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُم مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، الإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ قَالَ: - وَحَسِبْتُ أَنْ قَدْ قَالَ - وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ "[15]
>
> تم سب ذمہ دار ہو اور تم سب اپنی رعیت کے بارے میں مسئول ہو،امام راعی ہے اور وہ اپنی رعایا کے بارے مسئول ہے،آدمی اپنے اہل خانہ پر راعی ہے اور وہ اپنی رعایا کے بارے مسئول ہے، عورت اپنے شوہر کے گھر پر راعی ہے اور اپنی رعایا کے بارے مسئول ہے، خادم اپنے سردار کے مال پر راعی ہے اور وہ اپنی رعیت کے بارے مسئول ہے،، پھر فرمایا: میرا گمان ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: آدمی اپنے باپ کے مال پر راعی ہے اور وہ اپنی رعیت کے بارے مسئول ہے۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ہر انسان کو ذمہ دار قرار دیا ہے اور ہر ایک کو اس کی ذمہ داریوں کے متعلق تنبیہ کر دیا ہے کہ اس سے اس بارے حساب لیا جائے گا چنانچہ محمود الخیر بتی فرماتے ہیں: ہر آدمی حاکم ہے اور اس کے اعضاء، اس کے جوارح اور حواس خمسہ اس کی رعیت ہے،اعضاء وجوارح اور حواس خمسہ کے مقاصد کی ادائیگی اور عدل کا قیام اپنے جسم کی رعیت کے لیے ذمہ داریاں ہیں، پھر تفصیل سے ہر عضو اور حس سے متعلق وضاحت بیان فرمائی اور اس کے بعد فرمایا: جو حاکم اپنی ذات پر عدل قائم نہیں کر سکتے تو وہ لوگوں کے درمیان عدل کیسے قائم کریں گے۔[16] عبد القادر عودہ فرماتے ہیں: ایک حاکم کو اختیارات ملتے ہیں وہ اس کی ذمہ داریوں کی بجاآوری کی وجہ سے ہیں اور اس کے لیے شریعت نے السلطۃ المسئولیۃ کا قاعدہ مقرر ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرمان،، کلکم راعٍ وکلکم مسئول عن رعیتہ،، میں اسی کی وضاحت کی گئی ہے۔[17]

(ب) خود احتسابی اور ماتحتوں کا احتساب

> عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ المَوْتِ، وَالعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَمَنَّى عَلَى اللَّهِ.
>
> شداد بن اوس رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: عقلمند وہ ہے جو اپنے آپ کو ملامت کرے اور موت کے بعد آنے والی زندگی کے لیے کام کرے، اور بے بس وہ ہے جو اپنی خواہشات کی پیروی کرے اور خدا پر امیدیں باندھے۔[18]

یہ روایت نقل کرنے کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں: مَنْ دَانَ نَفْسَهُ کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ دنیا میں اپنا حساب لے قبل اس کے کہ روز قیامت اس کا حساب لیا جائے۔[19]

وَيُرْوَى عَنْ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ، قَالَ: حَاسِبُوا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوا، وَتَزَيَّنُوا لِلْعَرْضِ الأَكْبَرِ، وَإِنَّمَا يَخِفُّ الحِسَابُ يَوْمَ القِيَامَةِ عَلَى مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهُ فِي الدُّنْيَا۔[20]

اور اسی طرح کا مفہوم حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: اپنا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے، اور اپنے آپ کو بڑے دکھانے کے لیے آراستہ کرو، کیونکہ ایک دن کا حساب ہلکا ہو جائے گا۔

وَيُرْوَى عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ، قَالَ: لاَ يَكُونُ العَبْدُ تَقِيًّا حَتَّى يُحَاسِبَ نَفْسَهُ كَمَا يُحَاسِبُ شَرِيكَهُ مِنْ أَيْنَ مَطْعَمُهُ وَمَلْبَسُهُ۔[21]

میمون بن مہران سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: کوئی بندہ اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنا محاسبہ اسی طرح نہ کرے جیسے اپنے شریک کا محاسبہ کرتا ہے کہ اس کا کھانا اور لباس کہاں سے آیا ہے۔

قال عبداللہ بن مسعود:إِنَّ المُؤْمِنَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَأَنَّهُ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ يَخَافُ أَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ، وَإِنَّ الفَاجِرَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَذُبَابٍ مَرَّ عَلَى أَنْفِهِ"[22]

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: بیشک مومن اپنے گناہوں کو ایسے دیکھتا ہے جیسے وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہو اور اسے خوف ہو کہ پہاڑ اس پر گر جائے گا جبکہ فاجر اپنے گناہوں کو ایسے دیکھتا ہے جیسے مکھی اس کی ناک پر سے گزر رہی ہو۔

حکام اپنا ذاتی محاسبہ لینے، ہر وقت محاسبہ کے لیے تیار رہنے کے ساتھ ساتھ اپنے ماتحتوں، نائبوں، والیوں کا احتساب کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ احتساب ایک دینی فریضہ ہے اور اس کے ذریعے معاشرہ کو برائیوں سے پاک کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے عمال اور ماتحتوں کا خود احتساب کیا کرتے تھے جیسا کہ صحیحین میں وارد روایت میں ابن الاتبیہ ازدیؓ کے احتساب کرنے کا واقعہ مذکور ہے کہ ان کو رسول اللہ ﷺ نے بنو سلیم کے صدقات وصول کرنے پر مامور فرمایا تھا اور وہ جب واپس آئے تو کہا: یہ مال آپ کا ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے، تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: أَفَلاَ قَعَدْتَ فِي بَيْتِ أَبِيكَ وَأُمِّكَ، فَنَظَرْتَ أَيُهْدَى لَكَ أَمْ لاَ؟ تو اپنے باپ اور ماں کے گھر کیوں نہیں بیٹھ گیا، پھر تو دیکھتا کہ تجھے ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں؟[23] اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ایک طویل خطبہ دیا اور اس میں اموال غنیمت، قومی خزانوں کی نزاکت واہمیت کو بیان کیا اور قیامت والے دن اس کے بارے حساب لیے جانے کے بارے باخبر کیا یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِنْكُمْ عَلَى عَمَلٍ، فَكَتَمَنَا مِخْيَطًا، فَمَا فَوْقَهُ كَانَ غُلُولًا يَأْتِي بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تم میں سے جس کو ہم نے کسی کام پر عامل بنایا، پھر اس نے ایک سوئی بھی چھپائی یا اس سے زیادہ تو وہ قیامت والے دن دھوکہ بازکے طور پر آئے گا۔[24]

معاشرے کو جرائم سے پاک رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ مجرم وخطی کی پوری جانچ پڑتال کی جائے اور اسی کے مطابق اس کا احتساب کیا جائے، فقہائے کرام نے احتساب کرنے والے طبقات کے لیے اس امر کو ضروری قرار دیا ہے چنانچہ ابن نجیم مصری فرماتے ہیں: حاکم پر لازم ہے کہ وہ مسلمانوں کے معاملات کو دیکھنے کے لیے ناظر مقرر کرے، اور جو قاضی کی قید میں موجود افراد ہیں ان کے نام وولدیت اور دادا کا نام، ان کے بارے میں معلومات، ان کے قید ہونے کا سبب اور قید کرنے والے کے بارے میں ایک رجسٹر میں اندراج کردے اور جو خاص حاکم کی قید میں ہیں ان پر حاکم خود نظر رکھے، امام ابو یوسف کی کتاب الخراج کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ امام کو چاہیے کہ قید میں موجود افراد کو بیت المال سے خرچ اور کپڑے بھی عطا کرے، ان کی نگرانی پر کسی صالح فرد کو مقرر کرے اور ادب سکھانے تک ان کے احوال کو بنظر غائر دیکھتا رہے۔[25]

(ج) رعایا سے نرمی اور ان کے لیے سہولت پیدا کرنا

عن عائشةؓ "مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ فِي بَيْتِي هَذَا: اللهُمَّ، مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ، فَاشْقُقْ عَلَيْهِ، وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ، فَارْفُقْ بِهِ"[26]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے اس گھر میں فرماتے ہوئے سنا: اے اللہ! جو شخص بھی میری امت کے کسی معاملے کا والی بنا، پھر اس نے ان پر سختی کی تو آپ بھی اس پر سختی فرمائیں اور جو میری امت کے کسی معاملے کا والی بنا، اس نے رعایا کے ساتھ نرمی کی تو آپ بھی اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ فرمائیں۔

رسول اللہ ﷺ نے جب معاذ بن جبل اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو یمن میں گورنر بنا کر بھیجا تو فرمایا:

يَسِّرُوا وَلاَ تُعَسِّرُوا، وَسَكِّنُوا وَلاَ تُنَفِّرُوا ،،آسانی کرو اور سختی نہ کرو ،سکون دو اور متنفر نہ کرو۔[27]

امام نووی فرماتے ہیں: لوگوں پر مشقت ڈالنے کے بارے میں مذمت اور نرمی کرنے کی ترغیب کے بارے میں یہ بہت بڑی بات ہے اور اس معنی میں اور بھی احادیث وارد ہیں۔[28]

عزالدین کحلانی فرماتے ہیں: وَالْحَدِيثُ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ يَجِبُ عَلَى الْوَالِي تَيْسِيرُ الْأُمُورِ عَلَى مَنْ وَلِيَهُمْ وَالرِّفْقُ بِهِمْ...الخ، یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ لوگوں کے جن امور پر کسی کو والی بنایا گیا ان امور میں آسانی پیدا کرنا اور لوگوں سے نرمی برتنا، ان کے معاملات میں عفو در گزر سے کام لینا، ان کے حقوق میں عزیمت کے بجائے رخصت کو ترجیح دینا والی پر واجب ہے تاکہ ان پر مشقت نہ پڑے، اور ان کے ساتھ وہی سلوک کرے جو سلوک کرنا اللہ نے واجب کیا ہے۔[29]

(د) اللہ کی حدود و احکام کا قیام

رسول اللہ ﷺ نے ابو موسیٰ اشعری کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا اور ان کے پیچھے حضرت معاذ بن جبل کو بھی گورنر بنا کر بھیجا، جب معاذؓ یمن پہنچے تو ایک یہودی کو باندھا ہوا دیکھا جو اسلام لانے کے بعد پھر سابقہ مذہب کا پیروکار ہو چکا تھا تو معاذؓ نے اپنے تمام کاموں سے پہلے اس مرتد کے بارے میں حکم الٰہی کو نافذ کیا، اس وقت آپ نے فرمایا:

لاَ أَجْلِسُ حَتَّى يُقْتَلَ، قَضَاءُ اللَّهِ وَرَسُولِهِ، میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کو نافذ نہ کردوں۔ پھر یہودی کا سر قلم کیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ[30] کے مطابق اسلام میں مرتد کی سزا موت ہے۔[31]

معاذؓ کے الفاظ اور طریقہ کار سے واضح ہوتا ہے کہ حکام کی اولین ذمہ داری شریعت واحکام الٰہی کا نفاذ ہے، علماء نے اس پر تصریح کی ہے چنانچہ قاضی عیاض فرماتے ہیں: اس حدیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ شہروں کے حکام و والی حدود کے قیام جیسے قتل وغیرہ کے تصفیہ میں ذمہ دار ہیں۔[32]

عزالدین کحلانی فرماتے ہیں: یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مرتد کو قتل کرنا واجب ہے اور اس پر اجماع ہے۔[33]

ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے امیر کی اطاعت کو کتاب اللہ کے ساتھ مشروط قرار دیا اور کتاب اللہ احکام الٰہی پر مشتمل ہے چنانچہ فرمایا: وَلَوِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ يَقُودُكُمْ بِكِتَابِ اللهِ، فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا[34]

اگر تم پر کوئی حبشی غلام ہی حاکم بنادیا جائے، جو کتاب اللہ کے ساتھ قیادت کرے اس کی سنو اور اطاعت کرو۔

(ر) قومی خزانے کی حفاظت

قومی خزانہ جس کے لیے بیت المال کا لفظ بھی بولا جاتا ہے یہ حکومت کا ایک لازمی حصہ ہے اور حکومت کو رسول اللہ ﷺ نے امانت قرار دیتے ہوئے فرمایا: "وَإِنَّهَا أَمَانَةُ، وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ، إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا، وَأَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ فِيهَا"[35] یہ ایک امانت ہے اور یہ قیامت کے دن رسوائی اور ندامت ہے سوائے اس کے لیے جس نے اس کے حق کے ساتھ حاصل کی اور اس میں جو اس پر فرائض ہیں وہ اداء کیے۔اس میں تمام رعایا کے اموال شامل ہیں، رعایا کے ادا کردہ محصولات سے قومی خزانہ میں اموال جمع ہوتے ہیں اور اس خزانے میں رعایا ہی کے حقوق وابستہ ہوتے ہیں اس لیے اس کی حفاظت کرنا اور اس کو صحیح مصرف میں خرچ کرنا ضروری ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بیت المال میں ناجائز تصرف کو ممنوع قرار دیا ہے اور اس میں سے ادنٰی سی چیز کا بھی غبن وچوری کرنے والا بھی کرپشن کا مرتکب ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> عَنْ عَدِيِّ بْنِ عَمِيرَةَ الْكِنْدِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِنْكُمْ عَلَى عَمَلٍ، فَكَتَمَنَا مِخْيَطًا، فَمَا فَوْقَهُ كَانَ غُلُولًا يَأْتِي بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»، قَالَ: فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ أَسْوَدُ مِنَ الْأَنْصَارِ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، اقْبَلْ عَنِّي عَمَلَكَ، قَالَ: «وَمَا لَكَ؟» قَالَ: سَمِعْتُكَ تَقُولُ: كَذَا وَكَذَا، قَالَ:وَأَنَا أَقُولُهُ الْآنَ، مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِنْكُمْ عَلَى عَمَلٍ، فَلْيَجِئْ بِقَلِيلِهِ وَكَثِيرِهِ، فَمَا أُوتِيَ مِنْهُ أَخَذَ، وَمَا نُهِيَ عَنْهُ انْتَهَى "[36]
>
> عدی بن عمیرہؓ راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرمارہے تھے تم میں سے جس کو ہم نے کسی کام پر نگران بنایا، پھر اس نے ہم سے ایک سوئی یا اس سے زیادہ کوئی چیز پوشیدہ رکھی تو وہ روز قیامت دھوکہ باز کے طور پر آئے گا، ابن عمیرہ کہتے ہیں: اس وقت ایک کالے رنگ کا انصاری آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں، پھر اس انصاری نے کہا: اے اللہ کے رسول ! مجھ سے اپنی دی گئی ذمہ داری واپس لے لیں، آپ ﷺ نے اس سے پوچھا تجھے کیا ہوا ہے؟ تو اس نے کہا: میں نے آپ کو یہ یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں تو اب بھی یہی کہہ رہا ہوں کہ تم میں سے جس کو ہم کسی کام پر نگران بنائیں، پھر تھوڑے یا زیادہ مال کے ساتھ آئے، پھر جو اسے دیا جائے وہ لے لے اور جس سے روکا جائے اس سے رک جائے۔

اس حدیث میں عمال کو امانت کی حفاظت اور معمولی درجہ کی خیانت کے ارتکاب سے بھی بچنے کی ترغیب دی گئی ہے۔[37] اس حدیث سے اور ابن الاتبیہ ازدی والے واقعے والی حدیث سے علمائے امت نے یہ بھی استدلال کیا ہے کہ سرکاری ڈیوٹی پر مامور عمال ومنصب دار کا ہدیہ لینا حرام ہے اور اس کو دیا گیا ہدیہ بیت المال شمار ہوگا کیونکہ یہ ہدیہ لینا دو حال سے خالی نہیں، یا تو اس ہدیہ کے ذریعے ہدیہ دینے والا زکاۃ کے کچھ حصے کی چھوٹ چاہے گا یا منصب دار کی اجرت کے طور پر ہدیہ شمار ہوگا اور اس صورت میں دونوں طرف سے اجرت ملے گی اور یہ بھی جائز نہیں۔[38] یعنی دونوں صورتوں میں سرکاری خزانے کا ضیاع ہے۔

(س) ریاست کی اندرونی وبیرونی محاذوں پر حفاظت

أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ، وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ، وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ، أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.[39]

خبردار تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور تم میں سے ہر کسی سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔امیر لوگوں پر نگران ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے پوچھا جائے گا، مرد اپنے اہل وعیال پر نگران ہے اس سے ان کے بارے پوچھا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگران ہے اس سے پوچھا جائے گا اور غلام اپنے آقا کے مال کا نگران ہے اس سے اس مال کے بارے پوچھا جائے گا، خبردار تم میں سے ہر ایک نگران ہے اس سے اس کی رعایا کے بارے پوچھا جائے گا۔

امام خطابی فرماتے ہیں: معنى الراعي ههنا الحافظ المؤتمن على ما يليه ...الخ، یہاں راعی کے معنی حفاظت کرنے والا،امین ہیں اس چیز پر جو اس کے ماتحت ہے رسول اللہ ﷺ بطور نصیحت لوگوں کو حکم کرتے ہیں اس کام کا جس میں نرمی کرنا ہے اور آپ ﷺ ان کو خیانت کرنے سے ڈراتے ہیں ان کاموں میں جو انہیں سپرد کیے گئے ہیں یا جو انہوں نے ضائع کردیے ہیں اور آپ نے خبر دی ہے کہ ان کاموں کے بارے میں ان سے پوچھا جائے گا اور اس پر ان کا مواخذہ کیا جائے گا۔[40]

امام عینی فرماتے ہیں: الرعية كل من شمله حفظ الراعي ونظره ...الخ، رعیت میں ہر وہ چیز شامل ہے جو راعی کی حفاظت اور نظر میں ہے اور رعایت اصل میں کسی چیز کی حفاظت،اس میں مختلف طرح سے اچھا معاملہ کرنا ہے تو امام کی رعایت رعیت کے امور کی نگرانی اور ان کے حقوق قائم کرنا ہے۔[41]

" إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ، وَيُتَّقَى بِهِ"[42] امام ڈھال ہے اس کے پیچھے سے لڑا جاتا ہے اور اسی کے ذریعے امان دی جاتی ہے۔

امام خطابی فرماتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ اہل اسلام اور اہل الشرک کے درمیان اگر امام بہتر سمجھے تو معاہدہ کرے اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ امام کے امان معاہدہ کو جائز سمجھے،اور جس کے ساتھ امام نے معاہدہ کیا ہے اس کے جان ومال کے معاملے میں متعارض نہ ہوں۔اور جنۃ کا معنی سلامتی اور تحفظ ہے اور یہ امام کے بغیر ممکن نہیں کہ وہ کفار کی قید سے امت کو تحفظ وامن حاصل کریں۔[43]

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: امام کو جنۃ اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو کفار کے ہاتھوں ایذا پہنچنے اور مسلمانوں کے باہمی معاملات میں ایک دوسرے کو ایذا دینے میں رکاوٹ ہے اور یہاں امام سے ہر وہ شخص مراد ہے جو مسلمانوں کے امور قائم کرتا ہے۔[44]

الخیربتی فرماتے ہیں: حاکموں اور بادشاہوں پر واجب ہے کہ وہ کفار اور ظالموں کے شر سے اسلام اور اسلامی ریاست کے لوگوں کی حفاظت کریں،اگر وہ کفار،ظالمین،مفسدین اور ڈاکوؤں کے شرور سے رعایا کی حفاظت نہ کریں تو ان کے لیے ان ولایات کے ذریعے کھانا حرام ہے کیونکہ یہ حکام جیسی اپنی حفاظت کرتے ہیں ایسے رعایا کی محافظت نہیں کرپائے اور اللہ تعالیٰ ایسے حکام

اور بادشاہوں سے حساب لے گا جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی ذمہ داریوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔[45] اندرونی بغاوت کے خاتمے کے لیے حکام کو چاہیے کہ کوئی ایسی راہ نکالی جائے جس سے بغیر خون بہائے اصلاح ہو جائے حاکم پر واجب ہے کہ وہ رعایا کو پیغام بھیجے اور ان سے پوچھے کہ وہ ان سے کس بات پر ناراض ہیں، اگر رعایا کسی ظلم کے بارے بتائے تو اس ظلم کو دور کرے، اصلاح اس لیے بھی ضروری ہے کہ جس چیز سے رعایا ناراض ہے اس کو حل کرنا ضروری ہے اور ان کا بغاوت کرنا جائز نہیں بلکہ رعایا کو کسی معاملے میں اشتباہ ہو گیا ہے اور اشتباہ حق کی مخالفت ہے اس لیے اولین طور پر ضروری ہے کہ ان کو دلیل سے سمجھایا جائے، اگر وہ حق کی طرف لوٹ آئیں اور اطاعت کرنے لگیں تو ان کو چھوڑ دیا جائے لیکن اگر وہ حق کی طرف نہ لوٹیں تو ان سے جنگ کی جائے یہاںتک کہ وہ اطاعت کریں۔[46]

(ص) اہل و قابل لوگوں کو مناصب کی تفویض

فَإِذَا ضُيِّعَتِ الأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ، قَالَ: كَيْفَ إِضَاعَتُهَا؟ قَالَ:"إِذَا وُسِّدَ الأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ"[47] جب امانت ضائع کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرو، تو پوچھا گیا کیسے امانت ضائع ہو گی تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب معاملہ نااہل لوگوں کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں: یعنی اختیار، امارت، قضا یا حکومت نااہل لوگوں کے ہاتھوں میں ہو گی کہ جن میں استحقاق کی شرائط مفقود ہوتی ہیں جیسے عورتیں، بچے، جاہل وفساق، بخیل و بزدل لوگ، اور جو قریشی نہ ہو اگرچہ زمانے کے سلاطین کی نسل سے ہو کیونکہ قریشی ہونا خلیفہ کے لیے ہے، اور اسی کے مطابق اہل تدریس، فتویٰ، امامت وخطابت میں سے تمام اولی الامر اور صاحب منصب لوگوں کو قیاس کر لیں۔[48]

بقول عبداللہ التمیمی ایسے لوگوں کو امرا، قاضی اور سردار بنانا جو اہل نہ ہوں رعایا سے دھوکہ دہی میں آتا ہے۔[49] امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: اگر کوئی آدمی اپنی اولاد یا دوست کی محبت میں انہیں ایسی ولایات سپرد کر دے جس کے یہ اہل نہیں تو اس شخص نے امانت میں خیانت کی ہے۔[50]

مذکورۃ حدیث سے استدلال کرتے ہوئے علمائے سیاسیات نے حاکم کے لیے واجب قرار دیا ہے کہ وہ جس کو بھی منصب دے تو وہ اس کا اہل ہونا چاہیے، کسی خاص نسبت، رشتہ داری، کنبہ وقبیلہ یا کسی بھی تعلق کی بنا پر منصب سونپا جائے تو یہ ناجائز ہے بلکہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت ہے چنانچہ ابن موصلی فرماتے ہیں: فَيجب على السُّلْطَان أَن يبْحَث عَمَّن يسْتَحق الْولَايَة من نوابه على الْأَمْصَار...الخ، حاکم پر واجب ہے کہ وہ اپنی شوریٰ جس میں قاضی، لشکر کے سپہ سالار، والی، وزرا، سیکرٹری، صدقات وخراج کی وصولی کے مامورین وغیرہ شامل ہیں، سے بحث کرے کہ کون منصب کا زیادہ مستحق ہے اور پھر جس کو ان میں زیادہ اصلح پائے اس کو نماز کی امامت، موذن، معلم، امیر حج، چشموں ونہروں کے نگہبان، قلعوں اور شہروں کے چوکیدار، عساکر کے نقیب، قبائل کے سردار اور بازاروں کے نگران بنائے۔[51]

(ط) رعایا کے بنیادی حقوق کا تحفظ

كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُهُ، وَمَالُهُ، وَعِرْضُهُ...[52] ہر مسلمان پر مسلمان کا خون، مال اور اس کی عزت حرام ہے۔

الْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ...[53] مومن تو وہ ہے جس سے لوگوں کے اموال اور جانیں محفوظ ہوں۔

عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا، أَوِ انْتَقَصَهُ، أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ، أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ، فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ...[54] خبردار جس نے معاہد پر ظلم کیا، اس سے کیا ہوا عہد توڑا، یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈالا، یا اس کی مرضی کے بغیر اس کا مال لیا، تو میں قیامت والے دن اس کا وکیل ہوں گا۔

مَنْ وَلَّاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ شَيْئًا مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَاحْتَجَبَ دُونَ حَاجَتِهِمْ، وَخَلَّتِهِمْ وَفَقْرِهِمْ، احْتَجَبَ اللَّهُ عَنْهُ دُونَ حَاجَتِهِ وَخَلَّتِهِ، وَفَقْرِهِ[55]... جس کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے امور میں سے کسی کام پر والی بنایا تو اس نے ان کی حاجات، درماندگی وفقر سے حجاب کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجات، درماندگی وفقر سے حجاب کرلے گا۔

"أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ لِابْنِ آدَمَ حَقٌّ فِي سِوَى هَذِهِ الخِصَالِ، بَيْتٌ يَسْكُنُهُ وَثَوْبٌ يُوَارِي عَوْرَتَهُ وَجِلْفُ الخُبْزِ وَالمَاءِ"[56] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابن آدم کے لیے سوائے ان تین امور کے کوئی حق نہیں: رہنے کے لیے گھر، ستر ڈھانپنے کے لیے کپڑا اور کھانے کے لیے روٹی و پانی۔

امام طیبی فرماتے ہیں: مراد اس سے یہ ہے کہ یہ ضرورتیں انسان کے لیے دین نے معین کی ہیں۔[57]

ان تمام احادیث میں لوگوں کے بنیادی حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے چاہے وہ مسلمان ہو یا ذمی ومعاہد اس کی جان ومال عزت وآبرو کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے، ان کے ساتھ ساتھ بنیادی ضروریات کی تکمیل اور حکام پر ان کو پورا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور جو حکام رعایا کے حقوق سے لاپرواہی برتتے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ کی مدد اٹھ جانے کی بھی خبر دی گئی ہے اس لیے ہر حاکم پر لازم وواجب ہے کہ وہ رعایا سے ایذاء اور ہر ضرر رساں چیز کو دور کرے اور بغیر کسی قانون کے رفع مظالم واذیت ممکن نہیں اور ایسا کرنا اس حدیث کے بھی خلاف ہے بلکہ اس معاملے میں ہر صالح فیصلہ نفع بخش اور ضرر کو دور کرنے کے لیے شریعت کے اثبات وسلامتی کا باعث ہے۔[58]

(ع) عدل وانصاف کا قیام

> "قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْمُقْسِطِينَ عِنْدَ اللهِ عَلَى مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ، عَنْ يَمِينِ الرَّحْمَنِ عَزَّ وَجَلَّ، وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ، الَّذِينَ يَعْدِلُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وَلُوا"[59]
>
> رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک عدل کرنے والے اللہ تعالیٰ کے نزدیک نور کے منبروں پر ہوں گے رحمٰن عزوجل کے دائیں طرف اور اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلوں، اپنے اہل اور جس پر والی بنائے گئے ہیں، ان سب میں عدل کرتے ہیں۔

امام نووی فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ فضیلت ہر اس شخص کے لیے ہے جو خلافت، امارت، عدلیہ، اکاؤنٹ کا منصب دار ہو، یا کسی یتیم، خیرات یا اوقاف وغیرہ پر نگران ہو، اور اسے اپنے اہل وعیال کے حقوق میں بھی عدل کرنا لازم ہے۔[60]

عدل وانصاف کی اسی اہمیت کے پیش نظر فقہائے امت نے قضاۃ کا تقرر حاکم پر واجب قرار دیا ہے چنانچہ ابوالحسن العمرانی فرماتے ہیں: امام پر واجب ہے کہ وہ مجتہد وامانت دار شخص کو قاضی مقرر کرے اور اگر وہ منصب قبول نہ کرے تو اس پر جبر کرے۔[61] امام بغوی فرماتے ہیں: حاکم پر واجب ہے کہ ہر زمانے میں ہر بستی کے لیے قاضی مقرر کرے تاکہ وہ مظلوموں کو ظالموں سے انصاف دلوائے، بے نکاحوں کی شادیاں کروائے، یتیموں کے حقوق کی رعایت کرے، اوقاف کا تعین کرے اور اس کے علاوہ امور شرعیہ کا فیصلہ کرے۔[62] ڈاکٹر زحیلی فرماتے ہیں: قضاء فرائض کفایہ میں سے ایک محکم فریضہ ہے اور اس پر آئمہ

مذاہب کا اتفاق ہے اسی لیے امام پر قاضی کا تقرر واجب ہے اور اس کی فرضیت پر دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان (يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ)[63] ہے،اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انسانی طباع باہمی مظالم کرنے اور حقوق کی ادائیگی میں اکثر رکاوٹ بنتی ہیں اور بہت کم ہی لوگ ہیں جو منصف مزاج ہوتے ہیں جبکہ حاکم اپنی گونہ گوں مصروفیات کی بناپر اکثر خصومات کے فیصلے کرنے پر قادر نہیں ہوتا اس لیے منصب قضاء ضروری ہو جاتا ہے۔[64] بلکہ بعض علمائے امت نے اسے دینی امور میں سے ایک ضروری امر اور مسلمانوں کی مصالح میں ایک اہم مصلحت قرار دیا ہے،لوگوں کے ساتھ عنایت کو واجب قرار دیا ہے کیونکہ عدل وانصاف کی لوگوں کو اشد ضرورت ہوتی ہے،منصب قضاء کی مشروعیت بھی یہی ہے کہ لوگوں کے منازعات دور ہوں،ان کے مصالح پورے ہوں،ان کے حقوق کی رعایت ہو،ظلم اور بے محابا نفسانی خواہشات کی وجہ سے کج روی دور ہو۔[65]

۳۔رعایا سے متعلق تعلیمات

(الف) رعایا کا باہمی اخوت و محبت اور اتحاد سے رہنا

الْمُسْلِمُونَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ، إِنِ اشْتَكَى عَيْنُهُ، اشْتَكَى كُلُّهُ، وَإِنِ اشْتَكَى، رَأْسُهُ اشْتَكَى كُلُّهُ[66]... مسلمان ایک آدمی کی مانند ہیں،اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے،اگر سر میں درد ہو تو سارے جسم میں تکلیف محسوس ہوتی ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ، وَفَخْرَهَا بِالْآبَاءِ مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ، وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ، أَنْتُمْ بَنُو آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ، لَيَدَعَنَّ رِجَالٌ فَخْرَهُمْ بِأَقْوَامٍ، إِنَّمَا هُمْ فَحْمٌ مِنْ فَحْمِ جَهَنَّمَ، أَوْ لَيَكُونُنَّ أَهْوَنَ عَلَى اللَّهِ مِنَ الْجِعْلَانِ الَّتِي تَدْفَعُ بِأَنْفِهَا النَّتِنَ»[67] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ عزوجل نے جاہلیت کے سارے عیوب،اور آباء واجداد پر فخر کرنا تم سے دور کردیے ہیں،دو ہی طرح کے لوگ ہیں مومن پرہیز گار اور فاجر بدبخت،تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں،مرد اپنی اقوام پر فخر کرنا چھوڑ دیں کیونکہ ان کے آباء جہنم کے کوئلوں میں سے ایک کوئلہ ہے،اگر انہوں نے آباء پر فخر کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس گبریلے کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہو جائیں گے جو اپنی ناک سے گندگی کو ڈھکیل کرلے جاتا ہے۔

النَّاسُ كُلُّهُمْ بَنُو آدَمَ وَآدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ.[68] تمام لوگ آدم کی اولاد ہے اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں۔

ان تمام احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے اتحاد واخوت کا درس دیا ہے،اپنی برتری جتانا،آباء واجداد پر فخر کرنا اجتماعیت کے اندر دراڑ پیدا کرنے والے کام ہیں اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان سے منع فرمایا ہے۔تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور اس میں مسلمان اور کافر سب برابر ہیں اس لیے بحیثیت انسان دوسرے انسان کے ساتھ وہی رویہ رکھنا ضروری ہے جو رسول اللہ ﷺ کی سیرت وسنت ہے،سب کو انسانیت کی لڑی میں یک لخت ویک جان ہونا چاہیے چنانچہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: تمام انسان آدم کی اولاد ہونے کی وجہ سے ان کی اصل مٹی ہے اس لیے تکبر وغرور جائز نہیں بلکہ اپنی اصل کے لحاظ سے سب بھائی بھائی ہیں۔[69] رسول اللہ ﷺ نے اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر مسلموں کو اللہ اور رسول کا ذمہ قرار دیا ہے اور ان سے سوائے جزیہ کے اور کوئی بھی رقم لینا یا کسی بھی قسم کا ان پر ظلم کرنے سے منع فرمایا ہے اسی وجہ سے فقہاء نے ذمی کی جان،مال،عزت وآبرو کی وہی حیثیت قرار دی ہے جو ایک مسلمان شہری کی ہے چنانچہ ابن نجیم مصری فرماتے ہیں: اگر ذمی اور مسلمان کے درمیان

قصاص، مسلمان کے ہاتھ سے ذمی کی شراب اور خنزیر کے اتلاف پر ضمان، ذمی کا خطاء سے مسلم کے ہاتھ سے قتل ہونے پر دیت اور مسلمان کا اپنے ہاتھ کو اسے اذیت دینے سے بچنا واجب ہے۔[70]

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے امت میں افتراق وانتشار سے منع فرمایا ہے اور افتراق پیدا کرنے والے کے لیے قتل کی سزا مقرر فرمائی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا: " أيما رجل خرج يفرق بين أمتي، فاضربوا عنقه"[71] جو شخص بھی میری امت میں تفریق ڈالے اس کی گردن اڑا دو۔

(ب) غیر معصیت میں حکام کی اطاعت

"أَنْ بَايَعَنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، فِي مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا، وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا وَأَثَرَةً عَلَيْنَا، وَأَنْ لاَ نُنَازِعَ الأَمْرَ أَهْلَهُ، إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا، عِنْدَكُمْ مِنَ اللَّهِ فِيهِ بُرْهَانٌ "[72] عبادہ بن صامت فرماتے ہیں: ہم سے جو رسول اللہ ﷺ نے عہد لیا تھا اس میں یہ ہے کہ ہم نے پسندیدگی وناپسندیدگی، تنگی وخوشحالی اور ہم پر دوسروں کو ترجیح دینے کے باوجود بھی سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کی ہے اور اس بات پر بھی کہ ہم اہل حکومت سے نہ جھگڑیں گے الا یہ کہ ان سے واضح کفر دیکھا جائے اور اس پر تمہارے پاس کوئی دلیل بھی ہو۔ اگر حکام رعایا کے حقوق کی ادائیگی میں متساہل ہوں پھر بھی ان کے حقوق کی ادائیگی ضروری ہے چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً وَأُمُورًا تُنْكِرُونَهَا» قَالُوا: فَمَا تَأْمُرُنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: أَدُّوا إِلَيْهِمْ حَقَّهُمْ وَسَلُوا اللَّهَ الَّذِي لَكُمْ [73] عنقریب میرے بعد تم ایسے حکام کو دیکھو گے جن میں ناپسندیدہ افعال تم دیکھو گے، صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس وقت ہمارے لیے کیا حکم ہے تو آپ نے فرمایا: ان کا حق اداء کرو اور اپنا حق اللہ سے مانگو۔

رسول اللہ ﷺ نے حکام کی اطاعت کی حدود غیر معصیت مقرر کی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا: لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ[74] اللہ کی نافرمانی میں اطاعت نہیں بلکہ اطاعت صرف نیکی میں ہے۔

ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ الطَّاعَةُ، فِيمَا أَحَبَّ أَوْ كَرِهَ، إِلَّا أَنْ يُؤْمَرَ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ، فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ[75] مسلمان آدمی پر حاکم کی اطاعت لازم ہے سوائے اس بات کہ وہ معصیت کا حکم دے، پس اگر وہ معصیت کا حکم دے تو اس کی سننا اور اطاعت کرنا لازم نہیں۔ ابن بطال فرماتے ہیں یہ احادیث ظالم حکام کے خلاف خروج نہ کرنے، ان کی سننے اور اطاعت کرنے پر دلیل ہیں بلکہ فقہاء کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ ایسا قاہر ومتغلب حاکم جو جہاد کو قائم کرے اس کی اطاعت بھی لازم ہے اور اس کے خلاف خروج جائز نہیں۔[76] امام خطابی فرماتے ہیں: یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ولاۃ کی صرف معروفات جیسے کسی جہاد میں شرکت، یا وہ کام جن سے مسلمانوں کی مدد ہوتی ہے یا ان کی مصالح اس سے وابستہ ہیں ان میں حکام کی اطاعت واجب ہے جبکہ وہ کام جو معصیت کے ہوں جیسے کسی بے گناہ کا قتل یا اس کے مشابہ اور ایسے افعال ان میں حکام کی اطاعت جائز نہیں۔[77]

(د) بغاوت وسرکشی سے اجتناب

> عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «سَتَكُونُ أُمَرَاءُ فَتَعْرِفُونَ وَتُنْكِرُونَ، فَمَنْ عَرَفَ بَرِئَ، وَمَنْ أَنْكَرَ سَلِمَ، وَلَكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ» قَالُوا: أَفَلَا نُقَاتِلُهُمْ؟ قَالَ: «لَا، مَا صَلَّوْا»"[78]

ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب ایسے امراء ہونگے، جن میں تم اچھائیاں بھی دیکھو گے اور برائیاں بھی، تو جس نے ان کے اعمال بد کو پہچان لیا وہ بری ہے اور جس نے ان کے اعمال بد کو نہ پہچانا وہ محفوظ ہوا لیکن جو ان کے بداعمال پر خوش ہوا اور ان کی اتباع کی (وہ محفوظ نہیں ہوگا) تو صحابہ نے عرض کیا: کیا ہم ان کے ساتھ جنگ نہ کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں۔

اس حدیث کے تناظر میں حکام کے خلاف ان کے مظالم یا ایسا فسق کہ جس کی اصلاح ممکن ہو، کی وجہ سے خروج وبغاوت کرنا جائز نہیں۔[79] بغاوت وسرکشی بعض اوقات کسی فرد واحد کی خواہشات وضروریات یا اس کی ذاتیات کی وجہ سے ہوتی ہے مگر احادیث کی روشنی میں ایسا کرنا علمائے امت نے ناجائز قرار دیا ہے چنانچہ ابو الصفا محمد فہمی لکھتے ہیں: اسلام نے شریعت کے ذریعے لوگوں کے مصالح کو ثابت کیا ہے اور مفاسد کو ان سے دور کر دیا ہے، تمام شریعتیں اس بات پر مبنی ہیں کہ فرد واحد کی مصلحت پر جماعتی مصلحت مقدم ہے، اگر ان میں تعارض آجائے تو عمومی ضرر کا خاتمہ خصوصی ضرر کے خاتمے پر مقدم رہے گا۔[80]

نتائج البحث

اگر عصر حاضر میں اسلامی ممالک بالخصوص پاکستان کا سیاسی نظام بہتر بنایا جاسکتا ہے، ریاست کو استحکام اور رعایا کو امن وعافیت جیسی عظیم نعمت سے مالا مال کیا جاسکتا ہے اگر حاکم ومحکوم اپنے اپنے حقوق وفرائض کی بجاآوری میں ہمہ تن رہیں، ایک دوسرے اور ریاست کے مفاد کو مقدم رکھتے ہوئے اخلاص کے ساتھ معاملات کو حل کریں تو یقینا بہترین نظام بنایا جاسکتا ہے۔

اس مقالہ میں صحاح ستہ کی روایات کے تناظر میں تین قسم کی تعلیمات کو بیان کیا گیا ہے پہلی قسم حکام اور رعایا دونوں سے متعلق ہیں جن میں تقویٰ وپرہیزگاری سب سے اہم ترین وصف ہے یہ دونوں طبقات میں پیدا ہوگا تو نہ صرف اجتماعی نظام میں بہتری آئے گی بلکہ معاشرے کا ہر فرد سکون وطمانینت کے ساتھ زندگی گزار سکے گا۔ دوسرا اہم کام اچھائی کا حکم اور برائی سے روکنا ہے، اسی پر معاشرے کی اصلاح کا دارومدار ہے اور یہ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ برائی کو حتی المقدور روکے اور نیکی واچھائی کی طرف نہ صرف خود بڑھے بلکہ نیک کاموں کی ترویج واشاعت میں حصہ ڈالے۔ تیسرا اہم کام جانبین سے ایک دوسرے کی خیر خواہی اور بھلائی چاہنا ہے، حکام کی طرف سے رعایا کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ وہ رعایا کے حقوق کی ادائیگی میں غافل نہ رہیں اور رعایا کی طرف سے خیر خواہی یہ ہے کہ وہ حکام کے ساتھ ان کے فرائض کی انجام دہی میں معاونت کریں۔ یہ تینوں کام ایسے ہیں کہ ان کے ذریعے دین کے مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے اور معاشرہ صالح بنتا ہے، جب معاشرہ صالح بنے گا تو اقتدار میں آنے والے افراد کے فیصلے امانت ودیانت پر مبنی ہوں گے جس کی وجہ سے ریاست میں انتشار وفساد پیدا نہیں ہوگا۔

دوسری قسم کی تعلیمات صرف حکام سے متعلق ہیں جن سے ریاست وسیاست کو استحکام اور امن وسکون مل سکتا ہے اور اس میں سرفہرست حکام کا احساس ذمہ داری اور خود احتسابی وشفاف احتساب ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ہر شخص کو ذمہ دار قرار دیا ہے مگر حکام کی ذمہ داریوں کا دائرہ کافی وسیع ہے اسی لیے حکام کے لیے روز قیامت مسئولیت اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس ولحاظ انتہائی ضروری ہے کیونکہ ان پر پوری رعایا کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہے اگر ہر حاکم اپنے فرائض سے آگاہ ہو، اسی کے مطابق اپنی زندگی کو کارآمد بنائے تو بدعنوانی، اپنے منصبی اختیارات کا ناجائز استعمال کے خاتمے کے ساتھ ساتھ ادارتی نظام کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔ انسانی جبلت کے مختلف ہونے، ہر انسان کی عادات وخواہشات کے ایک دوسرے سے جدا ہونے اور جاہ ومنصب کی وجہ سے

پیدا ہونے والی خرابیوں کی وجہ سے ہر انسان راہ اعتدال سے ہٹ سکتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ حکام نہ صرف اپنا محاسبہ کریں بلکہ اپنے ماتحتوں کا بھی شفاف احتسابی عمل سے گزاریں تو معاشرہ برائیوں سے پاک ہوگا، حقوق کے اتلاف اور ظلم وناانصافی کا خاتمہ ہوگا۔اس کے علاوہ رعایا کی سہولت اور آسانی پیدا کرنے کا جذبہ حکام میں بیدار ہو کر اس کے مطابق عمل درآمد ہو تو رسول اللہ ﷺ کی دعا کی وجہ سے مشکلات ومصائب اور پیچیدہ مسائل از کود حل ہو جائیں گے۔ سستے انصاف کی فراہمی، ریاست کو اندرونی وبیرونی خلفشار سے محفوظ بنانا رعایا کے دلوں میں حکام کی محبت پیدا کرتا ہے جس کی وجہ سے نہ صرف رعایا کو خوشی ملتی ہے بلکہ بغاوتوں کے خطرات دور ہوتے ہیں نامساعد حالات میں رعایا کا ہر فرد بطور رضاکار اپنے آپ کو پیش کرتا ہے۔ قومی خزانہ کسی بھی ملک کی رفاہ وبہبود کا ضامن ہوا کرتا ہے اگر قومی خزانے کی حفاظت کو یقینی بنایا جائے تو ملک کو خوشحالی کی راہ پر گامزن کیا جاسکتا ہے جس سے نہ صرف رعایا مرفع الحال ہوگی بلکہ پڑوسی ممالک کی مالی معاونت سے اپنے ملک کے وقار وعظمت کو بلند کیا جاسکتا ہے۔

تیسری قسم کی تعلیمات رعایا سے متعلق ہیں جن میں حکام کی معروفات میں اتباع، بغاوت وسرکشی سے اجتناب اور رعایا کے باہمی تعلق میں اخوت ومحبت اور ایثار کا جذبہ بیدار کرنا ہے، اگر رعایا حکام کی معروفات میں اتباع اور بغاوت وشورش سے اجتناب کرے تو حکام کے حوصلے بلند ہوتے ہیں جس سے ان کے فرائض اور ذمہ داریوں کی ادائیگی میں سہولت پیدا ہوتی ہے، رعایا کا باہمی اخوت ومحبت کا جذبہ دشمن وسازشی عناصر کے فساد وشر انگیزی کے سدباب کے لیے اہم کردار اداء کرتا ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی وحوالہ جات

[1] العسکری، ابوہلال الحسن بن عبداللہ، معجم الفروق اللغویۃ، المحقق: الشیخ بیت اللہ بیات، ومؤسسۃ النشر الاسلامی، ۱۴۱۲ھ، ج:۱، ص: ۱۳۷

Al-'skarī, Abū Hilāl Al-Ḥasan bin 'bd Allāh, Mu'jum Al-Farūq al-Lughwiyat, (Mū,assiat al-Nashr Islāmī, Beriūt,1412ah), Vol:01,P:137

[2] القاری، علی بن (سلطان) محمد، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، دار الفکر، بیروت-لبنان، ۱۴۲۲ھ - ۲۰۰۲م، ج:۸، ص: ۳۱۷۷

Al-Qārī, 'lī bin Sulṭan Muḥammad, Mirqāt al-Mafātīḥ Sharḥ Mishkāt al-Maṣābīḥ, (Dār al-Fikar,Beriūt,1422ah), Vol:08,P:3177

[3] الترمذی، محمد بن عیسی بن سَورۃ، سنن الترمذی، المحقق: بشار عواد معروف، دار الغرب الاسلامی — بیروت، ۱۹۹۸م، باب ماجاء فی معاشرۃ الناس، حدیث نمبر ۱۹۸۷

Al-Tirmidhī, Muḥammad bin 'īsā bin Sawrat, Al-Jām' al-Kabīr, Sunan Al-Tirmdhī, (Dār al-Ghrab al-Islāmī, Beriūt, 1998ac), Bāb Mā Jā', fī Mu'āshirat al-Nās, Ḥadīth # 1987

[4] القشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، دار إحیاء التراث العربي - بیروت، ج: ۳، ص: ۱۴۷۱، / السِّجِستانی، ابو داود سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داود، المکتبۃ العصریۃ، صیدا - بیروت، ج: ۳، ص: ۸۲، رقم ۲۷۵۷ / النسائی، ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب، سنن النسائی، تحقیق: عبد الفتاح ابو غدۃ، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ- حلب، ۱۴۰۶ - ۱۹۸۶، ج: ۷، ص: ۱۵۵، باب مایجب للامام ومایجب علیہ، رقم ۴۱۹۶

Muslim, Muslim bin Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim, (Dār Iḥyā, al-Kutub Al-'arabiyyat, Beriūt), Vol:03,P:1471, Ḥadīth # 1841,43 / Abū Dāūd, Sulymān bin Ash'ath al-Sajastānī, Sunan Abī Dāūd, (Maktabat al-'ṣriyat, Beriūt), Vol:03,P:82, Ḥadīth # 2757 / Al-Nisā,ī, Abū 'bd al-Raḥmān Aḥmad bin Sho'yb, Sunan al-Nisā,ī, (Maktab al-Maṭbū'āt al-Islāmiyat, Halb, 1406ah), Bāb Mā yajib le al-Imām wa ma yajib 'līhī, Vol:07,P:155, Ḥadīth # 4194

[5] ابن بطال ،ابو الحسن علی بن خلف ، شرح صحیح البخاری لابن بطال، دار النشر: مکتبۃ الرشد - السعودیۃ، الریاض، ۱۴۲۳ھ - ۲۰۰۳م،ج:۹،ص: ۲۳۴

Ibn-e-Baṭāl Abū al-Ḥasan 'lī bin Khalf, Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī le ibn-e-Baṭāl, (Dār al-Nashr, Maktabat al-Rushd, Saudia Arabia, Riyāḍ, 1423ah), Vol:09,P:234

[6] بدر الدین العینی ،ابو محمد محمود بن احمد، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، دار إحیاء التراث العربی – بیروت، ج: ۱۵، ص: ۱۶۶

Badr al-Dyn al-'ynī, Abū Muḥammad Maḥmūd bin Aḥmad, 'umdat al-Qārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, (Dār Iḥyā, al-Turath Al-'arabiyyat, Beriūt), Vol:15,p: 166

[7] ابن ماجۃ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی، دار إحیاء الکتب العربیۃ - بَابُ مَا جَاءَ فِي صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ، حدیث نمبر ۱۲۷۵

Ibn-e-Mājat Abū 'bd Allāh Muḥammad bin Yazīd, Sunan Ibn-e-Mājat, (Dār Iḥyā, al-Kutub Al-'arabiyyat, Beriūt), Bāb Mā Jā, fī ṣlāt al-'īdyn, Ḥadīth # 1275

[8] الکحلانی، محمد بن إسماعیل، سبل السلام، دار الحدیث، ج: ۲، ص: ۹۸

Al-Kuḥlānī Muḥammad bin Ismā'īl, Subul al-Salām, (Dār al-Ḥadīth), Vol:02,P:98

[9] البخاری، محمد بن إسماعیل، صحیح البخاری، المحقق: محمد زہیر بن ناصر الناصر، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ، باب مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ، حدیث ۶۰۱۸

Bukhārī, Muḥammad bin Ismā'īl, Ṣaḥīḥ Bukhārī, (Dār Ṭawq al-Najāt, 1422ah), Ḥadīth # 6018

[10] ابن رجب، زین الدین عبد الرحمن بن احمد، جامع العلوم والحکم فی شرح خمسین حدیثا من جوامع الکلم، المحقق: شعیب الأرناؤوط - إبراہیم باجس، مؤسسۃ الرسالۃ - بیروت، ۱۴۲۲ھ - ۲۰۰۱م، ج: ۱، ص: ۳۳۵

Ibn-e-Rajab, Zyn al-Dīn 'bd al-Raḥmān, Jām' al- 'ulūm wa al-Ḥikam fī Sharḥ Khamsīn Ḥadīthun min Jawām' al-Kalim, (Mū,assiat al-Risālat, Beriūt, 1422ah), Vol:01,p:335

[11] صحیح بخاری، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الدِّينُ النَّصِيحَةُ: لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ المُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ، حدیث نمبر ۵۷

Ṣaḥīḥ Bukhārī, Bāb Qawl al-Nabī (PBUH): Al-Dīn Al-Naṣīḥat, Ḥadīth #57

[12] صحیح مسلم، بَابُ بَيَانِ أَنَّ الدِّينَ النَّصِيحَةُ، حدیث نمبر ۵۷

Ṣaḥīḥ Muslim, Bāb Bayān Un al-Dīn al-Naṣīḥat, Ḥadīth # 57

[13] الطرطوشی، ابو بکر محمد بن محمد، سراج الملوک، من اوائل المطبوعات العربیۃ – مصر، ۱۲۸۹ھ، ۱۸۷۲م، ج: ۱، ص: ۸۰

Al-Ṭarṭūshī, Abū Bakar Muḥammad bin Muḥammad, Sirāj al-Mulūk, (Egypt, 1289ah), Vol:01,P:80

[14] صالح بن فوزان، الملخص الفقہی، دار العاصمۃ، الریاض، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، ۱۴۲۳ھ، ج: ۱، ص: ۲۲۵

Ṣāliḥ bin Fawzān, Al-Mulakhuṣ al-Fiqhī, (Dār al-'āṣmat, Riyāḍ, Al-Mamlikat al-Arabia Al-Saudia, 1423ah), Vol:01,P:225

[15] صحیح بخاری، باب الجمعۃ فی القری والمدن، حدیث نمبر ۸۹۳

Ṣaḥīḥ Bukhārī, Bāb al-Jum'at fī al-Qurā wa al-Mudun, Ḥadīth # 893

[16] الخَرِيُتی، محمود بن إسماعیل، الدرۃ الغراء فی نصیحۃ السلاطین والقضاۃ والأمراء، مکتبۃ نزار مصطفی الباز – الریاض، ج: ۱، ص: ۱۸۸

Maḥmūd bin Ismā'īl, Al-Durat al-Ghurrā, fī Naṣīḥat al-Salāṭīn wa al-Qaḍāt wa al-Amrā,, (Maktabat Nazār, Muṣṭafā al-Bāz, Riyāḍ), Vol:01,p:188

[17] عبد القادر عودۃ، التشریع الجنائی الإسلامی مقارناً بالقانون الوضعی، دار الکاتب العربی، بیروت، ج: ۱، ص: ۲۸

'bd al-Qādir 'wdat, al-Tashrī' al-Janā,ī al-Islāmī Muqārinan be al-Qānūn al-Waḍ'ī, (Dār al-Kātib al-Arabī, Beriūt), Vol:01,p:28

[18] سنن ترمذی، باب نمبر ۲۵، حدیث نمبر ۲۴۵۹

Sunan Tirmidhī, Bāb # 25, Ḥadīth # 2459

[19] ایضاً

Ibid

[20] ایضاً

Ibid

[21] ایضاً

Ibid

[22] صحیح بخاری، باب التوبۃ، حدیث نمبر ۶۳۰۸

Ṣaḥīḥ Bukhārī, Bāb al-tawbat, Ḥadīth # 6308

[23] صحیح بخاری، بَابٌ: كَيْفَ كَانَتْ يَمِينُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حدیث ۶۶۳۶

Ṣaḥīḥ Bukhārī, Bāb, Kyfa kāfa kānat yamīn al-Nabī (PBUH), Ḥadīth # 6636

[24] صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب تحریم ہدایا العمال، حدیث ۱۸۳۳

Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb Al-Amārat, Bāb Taḥrīm Hidāyat al-'ummāl, Ḥadīth # 1833

[25] ابن نجیم، زین الدین بن إبراہیم، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، دار الکتاب الإسلامی، ج: ۶، ص: ۳۰۰

Ibn-e-Nujaim, Zyn al-Dīn bin Ibrāhīm, Al-Baḥr al-Rā,q Sharḥ Kanz al-Daqā,eq, (Dār al-Kitāb al-Islāmī), Vol:06,P:300

[26] صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامام العادل، رقم ۱۸۲۸

Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Ammārat, Bāb Faḍīlat al-Imām al-'ādil, Ḥadīth # 1828

[27] صحیح بخاری، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، رقم ۶۱۲۴

Ṣaḥīḥ Bukhārī, Bāb Qawl al-Nabī (PBUH): Yasserū wa lā tu'sserū, Ḥadīth # 6124

[28] النووی، ابو زکریا محیی الدین یحییٰ بن شرف ، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، دار إحیاء التراث العربی - بیروت، ۱۳۹۲، ج: ۱۲، ص: ۲۱۳

Al-Nawvī, Abū Zakriyā Muḥay al-Dīn, Al-Minhāj Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim bin al-Ḥajjāj, (Dār Iḥyā, al-Turath Al-'arabī, Beriūt,1392ah), Vol:12,P:213

[29] سبل السلام، ج: ۲، ص: ۶۶۷

Subul Al-Salām, Vol:02,P:667

[30] صحیح بخاری، ج: ۹، ص: ۱۵، کتاب الاحکام، باب حکم المرتد والمرتدۃ واستتابتہم، رقم ۶۹۲۲

Ṣaḥīḥ Bukhārī, Kitāb al-Aḥkām, Bāb Ḥukm al-Murtad wa al-Murtadat, Vol:09,P:15, Ḥadīth # 6922

[31] صحیح بخاری، ج: ۹، ص: ۱۵، کتاب الاحکام، باب حکم المرتد والمرتدۃ واستتابتہم، رقم ۶۹۲۳ وج: ۹، ص: ۶۵، باب الحاکم یحکم علی من وجب علیہ، رقم ۷۱۵۷/ صحیح مسلم، ج: ۳، ص: ۱۴۵۶، کتاب الامارہ، باب النہی عن طلب الامارہ والحرص علیہا، رقم ۱۷۳۳

Ṣaḥīḥ Bukhārī, Kitāb al-Aḥkām, Bāb Ḥukm al-Murtad wa al-Murtadat, Vol:09,P:15, Ḥadīth # 6923 & Bāb al-Ḥākim,Vol:09,p:65 Ḥadīth #7157 / Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Amārat, Vol:03,p:1456, Ḥadīth # 1733

[32] القاضی السبتی، عیاض بن موسی، شَرحُ صَحِیح مُسْلِمٍ لِلقَاضِی عِیَاض المُسَمَّی إِکمَالُ المُعْلِمِ بفَوَائِدِ مُسْلِمٍ، المحقق: الدکتور یحیی إسماعیل، دار الوفاء للطباعۃ والنشر والتوزیع، مصر، ۱۴۱۹ھ - ۱۹۹۸م، ج: ۶، ص: ۲۲۴

Al-Qāḍī al-Sabtī, 'yāḍ bin Mūsā, Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim: Ikmāl al-Mu'lim be fawā,id Muslim, (Dār al-Wafā, le al-Ṭibā'at wa al-Nashr wa al-Tawzī', Egypt1419ah)Vol:06,p:224

[33] سبل السلام، ج: ۲، ص: ۳۸۳، باب استتابۃ المرتد

Subul Al-Salām,Bāb Istitābat al-Murtad, Vol:02,P:383

[34] صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب وجوب طاعۃ الامراء فی غیر معصیۃ، حدیث۱۸۳۸
Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Amārat, Bāb Wojūb Ṭā'at al-Umarā, fī Ghyr Ma'ṣiyat, Ḥadīth # 1838

[35] صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب کراہۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ، حدیث نمبر۱۸۲۵
Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Amārat, Bāb Krāhat al-Imārat,Ḥadīth # 1825

[36] صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب تحریم الھدایا العمال، حدیث نمبر ۱۸۳۳
Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Amārat, Bāb Taḥrīm al-Hadāyā al-'umāl, Ḥadīth # 1833

[37] ابن المَلَک، محمّدُ بنُ عزِّ الدِّین، شرح مصابیح السنۃ للإمام البغوی، إدارۃ الثقافۃ الإسلامیۃ، ۱۴۳۳ھ - ۲۰۱۲م، ج: ۲، ص: ۴۰۷
Ibn al-Malik, Muḥammad bin 'z al-Dīn, Sharḥ Maṣābīḥ al-Sunat, (Idārat al-Thiqāfat al-Islāmiyat, 1433ah), Vol:02,p:407

[38] أبو عبد اللہ المالکی، محمد بن أحمد، فتح العلی المالک فی الفتوی علی مذھب الإمام مالک، دار المعرفۃ، ج: ۱، ص: ۲۱۶
Abū 'bd Allāh al-Mālkī, Muḥammad bin Aḥmad, Fatḥ al-'ulā al-Mālik fī al-Fatwā 'lā Mazhab al-Imām Mālik, (Dār al-Ma'rifat), Vol:01,P:216

[39] صحیح مسلم، ج: ۳، ص: ۱۴۵۹، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامام العادل وعقوبتہ، رقم ۱۸۲۹ / سنن ابوداود، ج: ۳، ص: ۱۳۰، کتاب الاحکام، باب مایلزم الامام من حق الرعیۃ، رقم ۲۹۲۸ / سنن الترمذی، ج: ۳، ص: ۲۶۰، ابواب الاحکام، باب ماجاء فی الامام، رقم ۱۷۰۵
Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Amārat, Ḥadīth # 1829 / Sunan Abū Dāūd, Kitāb al-Aḥkām, Vol:03,p:130, Ḥadīth # 2928 / Sunan Al-Tirmdī, Abwāb al-Aḥkām, Vol:03,P:260, Ḥadīth # 1705

[40] الخطابی، أبو سلیمان حمد بن محمد، معالم السنن، المطبعۃ العلمیۃ—حلب، ۱۳۵۱ھ - ۱۹۳۲م، ج: ۳، ص: ۲
Al-Khiṭābī, Abū Sulymān Ḥamd bin Muḥammad, M'ālim al-Sunan,(Al-Maṭb'at al-'lmiyat, Halb, 1351ah), Kitāb al-Amārat, Vol:03,P:02

[41] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج: ۲۴، ص: ۲۲۱، کتاب الاحکام، باب الامراء من قریش
,mdat al-Qārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Aḥkām, Vol:24,p:221

[42] صحیح بخاری، ج: ۴، ص: ۵۰، بَابُ یُقَاتَلُ مِنْ وَرَاءِ الإِمَامِ وَیُتَّقَی بِہِ، رقم ۲۹۵۷ / صحیح مسلم، ج: ۳، ص: ۱۴۷۱، کتاب الامارۃ، باب فی الامام اذا امر بالتقوی، رقم ۱۸۴۱ / سنن نسائی، ج: ۷، ص: ۱۵۵، باب ذکر مایجب للامام وماوجب علیہ، رقم ۴۱۹۶
Ṣaḥīḥ Bukhārī, Vol:04,P:50, Ḥadīth # 2957 / Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Amārat, Vol:03,p:1471, Ḥadīth # 1841 / Sunan Nisā,ī, Vol:07,P:155, Ḥadīth # 4196

[43] معالم السنن، ج: ۲، ص: ۳۱۶
M'ālim al-Sunan, Vol:02,P:316

[44] العسقلانی، أحمد بن علی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دار المعرفۃ- بیروت، ۱۳۷۹، ج: ۶، ص: ۱۱۶
Al-'sqlānī, Aḥmad bin 'lī, Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ Al-Bukhārī, (Dār al-Ma'rifat, Beriūt, 1379ah), Vol:06,P:116

[45] الدرۃ الغراء فی نصیحۃ السلاطین والقضاۃ والأمراء، ج: ۱، ص: ۲۰۷
Al-Durat al-Gharrā, fī Naṣīḥat al-Salāṭīn wa al-Qaḍā,at wa al-Umarā,, Vol:01,P:207

[46] الملخص الفقہی، ج: ۲، ص: ۵۶۲، باب فی قتال اھل البغی
Al-Mulakhaṣ al-Fiqhī, Vol:02,P:562

[47] صحیح بخاری، بَابُ مَنْ سُئِلَ عِلْمًا وَھُوَ مُشْتَغِلٌ فِی حَدِیثِہِ، فَأَتَمَّ الحَدِیثَ ثُمَّ أَجَابَ السَّائِلَ، رقم ۵۹
Ṣaḥīḥ Bukhārī, Ḥadīth # 59

[48] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج: ۸، ص: ۳۴۲۹، باب اشراط الساعۃ
Mirqāt al-Mafātīh Sharḥ Mishkāt al-Maṣabīḥ, Vol:08,P:3429

[49] التمیمی، ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن عبد الرحمٰن ، توضیحُ الأحکَامِ مِن بُلوُغ المَرَام، مکتَبة الأسدی، مکّة المکرّمة، ۱۴۲۳ ھ - ۲۰۰۳ م، ج: ۷، ص: ۴۱۷

Al-Tamīmī, Abū 'bd al-Raḥmān 'bd Allāh, Taūḍyḥ al-Aḥkām min Bulūgh al-Marām, (Maktabat Al-Asadī, Macca, 1423ah), Vol:07,P:417

[50] ابن تیمیہ، تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم ، السیاسة الشرعیة، وزارة الشئون الاسلامیة والأوقاف والدعوة والارشاد - المملكة العربية السعودیة، ۱۴۱۸ھ، ج: ۱، ص: ۹، القسم الاول: الولایات

Ibn-e-Tymiyat, Taqī al-Dīn Abū al-'bbās Aḥmad bin 'bd al-Ḥalīm, Al-Siyāsat Al-Shar'iyat, (Wizārat Shū,ūn al-Islāmiyat wa al-Awqāf,Saudia Arabia,1418ah), Vol:01,P:09

[51] ابن الموصلی، محمد بن محمد، حسن السلوک الحافظ دولة الملوک، المحقق: فؤاد عبد المنعم احمد، دار الوطن - الریاض، ج: ۱، ص: ۸۳

Ibn al-Mūṣlī, Muḥammad bin Muḥammad, Ḥusn al-Salūk al-Ḥāfiẓ Dawlat al-Mulūk,(Dār al-Waṭan, Riyāḍ), Vol:01,P:83

[52] ایضا، رقم ۳۹۳۳

Ibid, No. 3933

[53] ایضا، رقم ۳۹۳۴

Ibid, No.3934

[54] سنن ابوداود، باب فی اخذ الجزیہ، رقم ۳۰۵۲

Sunan Abū Dāūd, Ḥadīth # 3052

[55] سنن ابوداود، کتاب الخراج والامارة والفیء، باب فیما یلزم الامام من امر الرعیة، رقم ۲۹۴۸

Sunan Abū Dāūd, Kitāb al-Khirāj wa al-Imārat wa al-Fay,, Ḥadīth # 2948

[56] سنن ترمذی، کتاب الرقاق، باب ۳۰، رقم ۲۳۴۱

Sunan Tirmidhī, Kitāb al-Riqāq, Bāb # 30, Ḥadīth # 2341

[57] الطیبی، شرف الدین الحسین بن عبد اللہ ، شرح الطیبی علی مشکاة المصابیح المسمی ب (الکاشف عن حقائق السنن)، المحقق: د. عبد الحمید ہنداوی، مکتبة نزار مصطفیٰ الباز (مکة المکرمة-الریاض)، ۱۴۱۷ھ - ۱۹۹۷م، ج: ۱۰، ص: ۳۲۸۹، کتاب الرقاق

Al-Ṭybī, Sharf al-Dīn Al-Ḥusain bin 'bd Allāh, Sharḥ al-Ṭybī 'lā Mishkāt al-Maṣābīḥ, (Maktabat Nazār Muṣṭafā al-Bāz, Riyāḍ, 1417ah), Vol:10,P:3289

[58] الجزیری، عبد الرحمٰن بن محمد عوض، الفقہ علی المذاہب الأربعة، دار الکتب العلمیة، بیروت – لبنان، ۱۴۲۴ھ - ۲۰۰۳م، ج: ۵، ص: ۳۵۸

Al-Jazīrī 'bd al-Raḥmān bin Muḥammad 'wḍ, Al-Fiqh 'la al-Madhāhib al-Arba'at, (Dār al-Kutub al-'lmiyat, Beriūt, 1424ah), Vol:05,P:358

[59] صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب فضیلة الامام العادل، حدیث نمبر ۱۸۲۷

Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Amārat, Bāb Faḍīlat al-Imām al-'ādil, Ḥadīth # 1827

[60] المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، ج: ۱۲، ص: ۲۱۲

Al-Minhāj Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim, Vol:12,P:212

[61] العمرانی ابو الحسین یحییٰ بن ابی الخیر، البیان فی مذہب الامام الشافعی، دار المنہاج - جدة، ۱۴۲۱ھ - ۲۰۰۰م، ج: ۱۳، ص: ۱۱

Al-'mrānī Abū al-Ḥusain Yaḥyā, Al-Bayān fī Madhhab al-Imām al-Shāf'ī, (Dār al-Minhāj, Jeddah, 1421ah), Vol:13,P:11

[62] البغوی، ابو محمد الحسین بن مسعود ، التہذیب فی فقہ الامام الشافعی، محیی السنة، المحقق: عادل احمد عبد الموجود، علی محمد معوض، دار الکتب العلمیة، ۱۴۱۸ھ - ۱۹۹۷م، ج: ۸، ص: ۱۶۷، کتاب ادب القاضی

Al-Baghwī, Abū Muḥammad al-Ḥusain bin Mas'ūd, Al-Tahdhīb fī fiqh al-Imām al-Shāf'ī, Muḥay al-Sunnat, (Dār al-Kutub al-'lmiyat, 1418ah), Vol:08,P:167

[63] سورہ نساء، آیت ۱۳۵

Sūrat Nisā,, Verse: 135

[64] د. وہبۃ بن مصطفیٰ الزُحَیلِیّ، الفِقہُ الاِسلامیُّ واَدِلَّتُہ، دار الفکر- سوریّۃ—دمشق، ج:۸، ص:۵۹۳۵

Dr. Wahbat bin Muṣṭafā al-Zuḥylī, Al-Fiqh al-Islāmī wa Adillatohu, (Dār al-Fikar,Syriya,), Vol:08,P:593

[65] الفِقہُ الاِسلامیُّ واَدِلَّتُہ، ج:۸، ص:۶۲۳۲

Al-Fiqh al-Islāmī wa Adillatohu,Vol:08,P:6232

[66] صحیح مسلم، باب تراحم المومنین وتعاطفھم وتعاضدہم، حدیث ۶۷

Ṣaḥīḥ Muslim, Ḥadīth # 67

[67] سنن ابوداود، باب فی التفاخر بالاحساب، ۵۱۱۶

Sunan Abū Dāūd, Ḥadīth # 5116

[68] سنن ترمذی، باب فی فضل الشام والیمن، حدیث نمبر ۳۹۵۵

Sunan Tirmidhī, Ḥadīth # 3955

[69] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج:۷، ص:۳۰۷۷

Mirqāt al-Mafātīḥ Sharḥ Mishkāt al-Maṣābīḥ, Vol:07,P:3077

[70] البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج:۵، ص:۱۰۹

Al-Baḥr al-Rā,q Sharḥ Kanz al-Daqā,eq, Vol:05,P:109

[71] سنن نسائی، باب قتل من فارق الجماعۃ، حدیث ۴۰۲۳

Sunan Nisā,ī, Ḥadīth # 4023

[72] صحیح بخاری، بَابُ قَولِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم: سَتَرَونَ بَعدِی اُمُورًا تُنکِرُونَہا، حدیث ۷۰۵۶

Ṣaḥīḥ Bukhārī, Ḥadīth # 7056

[73] سنن ترمذی، باب فی الاثرہ وماجاء فیہ، حدیث ۲۱۹۰

Sunan Tirmidhī, Ḥadīth # 2190

[74] سنن ابوداود، باب فی الطاعۃ، حدیث ۲۶۲۵

Sunan Abū Dāūd, Ḥadīth # 2625

[75] سنن ابن ماجہ، باب لاطاعۃ فی معصیۃ اللہ، حدیث ۲۸۶۴

Sunan Ibn-e-Mājat, Ḥadīth # 2864

[76] شرح صحیح البخاری لابن بطال، ج:۱۰، ص:۸

Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī le ibn-e-Baṭṭāl,Vol:10,P:08

[77] معالم السنن، ج:۲، ص:۲۶۶

M'ālim al-Sunan, Vol:02,P:266

[78] صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب وُجُوبِ الاِنکَارِ عَلَی الاُمَرَاءِ فِیمَا یُخَالِفُ الشَّرعَ، وَتَرکِ قِتَالِہِم مَا صَلَّوا، وَنَحوِ ذَلِکَ، حدیث ۱۸۵۴

Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Amārat, Ḥadīth # 1854

[79] المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، ج:۱۲، ص:۲۴۳

Al-Minhāj Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim bin al-Ḥajjāj,Vol:12,P:243

[80] محمد فہمی علی ابو الصفا، التشریع الاسلامی صالح للتطبیق فی کل زمان ومکان، الجامعۃ الاسلامیۃ، جمادی الآخرۃ ۱۳۹۷ھ مایو - یونیۃ ۱۹۷۷م، ج:۱، ص:۱۱۰

Muḥammad Faḥmī 'lī Abū al-Ṣafā, Al-Tashrī' al-Islāmī Ṣāliḥ le-taṭbīq fī kul Zamān wa Makan, Al-Jām'at al-Islāmiyat, Jamādī al-Ukhrā, 1397ah.May, June,1977, Vol:01,P:110